© rasailojaraid.com

ہندوستان کی شرعی حیثیت

مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے خیالات کا جائزہ

مفتی محمد شمیم اختر قاسمی

اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست کے فرق اور دونوں کے سیاسی تعلقات کی نوعیت کو واضح کرنے کے لیے ہمارے فقہاء کرام نے طویل بحثیں کی ہیں اور ان کی قانونی اور دستوری حیثیت کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے انہوں نے مخصوص اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ ہندوستان سے مسلمانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہونے کے بعد اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں قدیم فقہاء کی تشریحات اور ان کی وضع کردہ اصطلاحات کی روشنی میں یہاں کے علماء کرام اظہار خیال فرماتے رہے ہیں۔ اس موضوع پر راقم کے دو مقالات ''غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیت کا شرعی موقف'' (سہ ماہی تحقیقات اسلامی، جنوری-مارچ ۲۰۰۱ء) اور ''ہندوستان کی شرعی اور قانونی حیثیت'' (سہ ماہی تحقیقات اسلامی، جولائی-ستمبر ۲۰۰۱ء) شائع ہو چکے ہیں۔ پیش نظر مضمون میں اسی موضوع پر مولانا سعید احمد اکبرآبادی مرحوم کے خیالات کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ موجودہ ملکی اور عالمی حالات کے پس منظر میں اس پر مزید غور وفکر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اہلِ قلم حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس طرف توجہ فرمائیں۔ (جلال الدین)

مولانا سعید احمد اکبرآبادی (م ۱۹۸۵ء) کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ ان کی علمی صلاحیت وقابلیت اہلِ علم وقلم اور دانش وروں کے نزدیک مسلم ہے، وہ ملک کے بڑے اداروں سے منسلک اور اونچے عہدوں پر فائز رہے۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز فکر، طرز بیان اور تحریر وتقریر کے ذریعہ عام انسانوں کے مختلف مسائل کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کے بعض اہم امور سے متعلق بھی گاہے گاہے روشنی ڈالی ہے جس کا آئینہ داران کی ادارت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نکلنے والا ماہنامہ برہان دہلی ہے۔ اسی ضمن میں مولانا نے ہندوستان کی شرعی حیثیت متعین کرنے کی بھی ایک عمدہ کوشش کی ہے۔ ایک لمبے عرصہ سے ہندوستان کی شرعی حیثیت کے بارے میں علماء کا اختلاف رہا ہے۔ مولانا نے اپنی کتاب ''نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت'' کا بڑا حصہ اس بحث کے لیے وقف کیا ہے۔ پہلے اس کی قسطیں شائع ہوکر داد و تحسین حاصل کرچکی تھیں، جو بعد میں کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوئی۔ مولانا اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہیں اس کا صحیح اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے کیا جاسکتا ہے البتہ اس کی ایک ہلکی جھلک زیر نظر مقالہ میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

کوئی بھی ملک دو حال سے خالی نہیں:

دنیا کا کوئی بھی ملک دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ دارالحرب ہوگا یا دارالاسلام۔ ہمارا ملک ہندوستان بھی مسلمانوں کی آمد اور ان کی یہاں حکومت قائم ہونے سے قبل دارالحرب تھا، پھر یہ ایک لمبے عرصہ تک دارالاسلام رہا، اس کے بعد ایک بار پھر انگریزوں کی عمل داری میں آکر علی اختلاف علماء ہند دارالحرب میں منتقل ہوگیا، جو آج بھی اسی حالت پر برقرار ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ فقہاء نے دارالحرب کی جو تقسیم کی ہے اس کی کسی ایک قسم میں آزاد ہندوستان کو ضرور رکھا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا اکبرآبادی لکھتے ہیں:

''کتب فقہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء کے ذہن میں دارالحرب دو قسم کے تھے، ایک وہ ملک جو شروع سے دارالحرب بنے چلے آرہے ہیں اور ان میں تغیر و تبدل نہیں ہوا اور دوسرے وہ ملک جن کے حالات بدلتے سدلتے رہے ہیں، یعنی کبھی ان پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور کبھی غیر مسلموں کا، اور جیسا کہ ساتویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ محمد بن محمود الاستروشنی نے لکھا ہے کہ: دراصل یہ دوسرے قسم کے ہی ممالک ہیں جو اس زمانہ میں مسلمانوں کے قبضہ سے نکل کر دوسروں کے ہاتھوں میں پہنچ گئے تھے، جن کے باعث فقہاء کو دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف کرکے ان کی حد بندی کرنی پڑی۔ [1]

تاریخی پس منظر:

صدیوں پہلے انگریز تجارت کی غرض سے ہندوستان میں داخل ہوئے اور دھیرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دھیرے یہاں کی حکومت کے مالک بن بیٹھے۔صدیوں سے مسلمان، جو اس ملک پر حکومت کر رہے تھے، ان کی قیادت وسیادت سے نکل کر یہ بالکلیہ انگریزوں کے تسلط وتصرف میں چلا گیا، اس کے بعد انگریزوں نے اہل ہند بالخصوص مسلمانوں کے اوپر وہ ظلم وزیادتی کی جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمانوں کی جان و مال، عزت وآبرو، عبادت گاہیں غرض کوئی ایسا گوشہ نہ بچا جو انگریزوں کی زد سے محفوظ رہا ہو، اسی ظلم وعدوان کو دیکھ کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تڑپ اٹھے اور سب سے پہلے انہوں نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا:

''اس شہر میں امام المسلمین کا حکم قطعاً نہیں چلتا اور روساء نصاریٰ کا حکم بے دغدغہ جاری ہے، اور احکام کفر کے اجرا سے مراد یہ ہے کہ ملک داری، رعایا کے انتظامات، محصول و خراج کی وصولی، اموال تجارت پر ٹیکس، چوروں ڈاکوؤں کی سزا دہی، مقدمات کے فیصلوں اور جرائم کی سزا میں کفار خود حاکم ہیں، اگر اسلام کے بعض احکام مثلاً جمعہ وعیدین اور اذان اور گائے کے ذبیحے سے تعرض نہ کریں تو کیا ہوا، ان چیزوں کی اصل الاصول تو ان کے نزدیک محض بے حیثیت ہے، کیوں کہ مساجد کو بے تکلف گرا دیتے ہیں اور کسی مسلمان یا ذمی کی مجال نہیں کہ ان کی اجازت کے بغیر اس شہر یا اس کے اطراف میں آسکیں، وہ اپنی منفعت کے واسطے آنے والوں اور مسافر تاجروں کی مخالفت نہیں کرتے، دوسرے اکابر مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم ان کے حکم کے بغیر ان شہروں میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ اس شہر (دہلی) سے کلکتہ تک نصاریٰ کی عملداری ہے، ہاں دائیں بائیں مثلاً حیدر آباد، لکھنؤ، رام پور میں اپنے احکام کو جاری اس لیے نہیں کیا کہ وہاں کے والیان نے ان سے صلح اور ان کی اطاعت کر رکھی ہے'' [۲]

پانی سر سے اونچا ہی ہوتا جا رہا تھا اور کسی طرح بھی انگریزوں کے ظلم کا سیلاب تھم نہیں رہا تھا بالآخر اہلِ ہند نے ملک کو انگریزوں کے تسلط اور عوام کو ان کے ظلم سے محفوظ کرنے کے لیے زبردست جنگ چھیڑ دی، جسے ۱۸۵۷ء کی جنگِ عظیم یا پہلی جنگِ آزادی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ گو کہ اس جنگ میں ہندوستانیوں کو شکست ہوئی، مگر وہ دل برداشتہ نہیں ہوئے اور اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، مسلمانوں کے ارادوں کو بھانپ کر کسی حد تک انگریزوں نے اپنا رویہ بدلا اور رعایا کے معاملات میں نرمی برتی۔ یہاں کے باشندوں کے نزاعات کے تصفیہ کے لیے قانون اور انصاف کا طریقہ اپنایا گیا۔ ان کو اپنے مذہب کی ادائیگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی آزادی دی گئی اور حصول معاش وعلم کے دروازے بھی کھولے گئے۔مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے اس اتار چڑھاؤ کا نقشہ اپنی کتاب میں بڑے خوب صورت انداز میں کھینچا ہے۔

مولانا محترم کی اس کتاب میں ہندوستان کی شرعی حیثیت سے متعلق بحث کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ انگریزی عہد کے ہندوستان سے متعلق ہے اور دوسرے حصہ کا تعلق آزاد ہندوستان کی شرعی حیثیت سے ہے۔اس مضمون میں بھی اسی ترتیب سے گفتگو کی جائے گی۔ پہلے ہم اس مسئلہ پر بحث کرنا چاہتے ہیں کہ فقہی اعتبار سے دار کی کتنی قسمیں ہیں؟ ان کے کیا احکام ہیں؟ان کا اطلاق کس ملک پر ہوسکتا ہے اور کس پر نہیں؟ اس تفصیل کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ مولانا اکبر آبادی نے اپنی کتاب میں دار سے متعلق جو تفصیل پیش کی ہے وہ غیر واضح اور مبہم ہے، جس سے نفس مسئلہ کو پوری وضاحت سے سمجھا نہیں جا سکتا۔

دار کی قسمیں:

اہلِ علم جانتے ہیں کہ دارالاسلام اور دار الحرب کی اصطلاح خالص فقہی ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔البتہ قرآن وحدیث میں اسلام وکفر کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوئے ہیں۔اس کے پیشِ نظر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں بنیادی طور پر دو ہی مذہب ہیں: اسلام اور کفر، اس لیے انسان بھی صرف دو قوموں میں منقسم ہیں: مسلمان اور کافر،لہٰذا دار بھی اصلاً دو قسموں کے ہوں گے: دارالاسلام اور دارالکفر۔اس سلسلہ میں فقہاء نے جو تفصیلات بیان کی ہیں انہیں یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

دارالاسلام:

دارالاسلام وہ ملک ہے جس میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو، خواہ وہ شورائی حکومت ہو یا شخصی، بشرط کہ اسی کی قوت قہریہ کے تحت ملکی نظام چلتا ہو، وہاں مسلمانوں کے قاضی مقرر ہوں اور حدود وتعزیرات وغیرہ کی بنیاد قرآن وسنت ہو۔ [۳]

دارالحرب:

دارالحرب وہ ملک ہے جہاں کا حکمراں کافر ہو، اقتدار اعلیٰ اس کے ہاتھ میں ہو،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی کا حکم مملکت میں جاری ہو اور اسی کی قوت قہر یہ کے تحت ملکی نظام چلتا ہو۔۴ اسی کو دارالکفر بھی کہا جاتا ہے، مفہوم کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ فقہاء ایک ہی مسئلہ میں دارالکفر اور دارالحرب دونوں اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔۵

دارالکفر کی تعریف میں تو کوئی اختلاف نہیں، البتہ دارالاسلام کی ایک قسم دارالبغاۃ کا بھی کتب فقہ میں ذکر ملتا ہے مگر احکام میں وہ دارالاسلام کے تابع ہے۔۶

دارالحرب کی فقہاء نے چار ذیلی قسمیں بیان کی ہیں، ان کے احکام بھی جدا ہیں۔ یہ قسمیں درج ذیل ہیں:

۱) دارالامن۔ ۲) دارالخوف۔ ۳) دار بین الامن والخوف۔

۴) دارالشر والمحاربہ۔

نظام الفتاویٰ میں بھی الفاظ کے فرق کے ساتھ دارالکفر کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ۶

دارالامن یا دارالعہد:

دارالامن یا دارالعہد ایسے دارالکفر کو کہتے ہیں جہاں مسلمان امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوں، ان کی جان و مال محفوظ ہوں، وہ اسلامی احکام کے مطابق زندگی گزارنے میں آزاد ہوں (اگر غیر مسلم کا تسلط ہو) خواہ اس بنا پر کہ وہ ایک دستوری اور جمہوری حکومت ہے، یا مصالحت وسالمیت کی بنا پر۔۷ دارالامن اور دارالعہد میں بس اتنا سا فرق ہے کہ دارالحرب اس معاہدہ کے بعد دارالعہد بنتا ہے جو دارالاسلام کے سربراہ کی جانب سے ہوتا ہے، جب کہ دارالامن کے لیے سربراہ کی شرط نہیں۔ دارالحرب کا کوئی بھی باشندہ امن دے سکتا ہے اگر اسے قانونی حیثیت حاصل ہو۔۸

دارالخوف:

اس دارالکفر کو کہتے ہیں جہاں کے مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہ ہو، غیر مسلموں کے تسلط اور غلبہ کی وجہ سے ہر وقت خوف وخطرہ لاحق ہو اور شر و فساد ہوتا رہتا ہو۔۹

دار بین الامن والخوف:

دار بین الامن والخوف ایسے دارالکفر کو کہتے ہیں جہاں امن بھی ہو اور خوف بھی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی علاقہ میں امن ہو تو کسی علاقہ میں خوف پایا جائے، کسی زمانہ میں امن وامان کی حالت ہو اور کسی زمانہ میں فتنہ وفساد کی کیفیت ہو، قہر وغلبہ نہ مسلمانوں کا ہو نہ غیر مسلموں کا، کبھی اِن کی حکومت ہو کبھی اُن کی، کبھی یہ غالب ہوں اور کبھی وہ غالب ہوں، تسلط پورے طور سے نہ ان کا ہو اور نہ ان کا۔ [۱۰]

دارالشر والمحاربہ:

جہاں عملی طور سے فساد، جنگ وجدال، قتل وغارت گری کی فضا پائی جائے وہ ملک دارالشر والمحاربہ ہے۔ [۱۱]

امثال واحکام:

دارالاسلام اور دارالکفر کی تعریف اور دارالکفر کی اقسام کے ذکر کے بعد ان کے احکام بیان کیے جاتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱) ابتدائے عہد اسلام میں کفار مکہ حلقۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے، نہ تو ان کی جانیں محفوظ تھیں اور نہ اموال۔ ان حالات میں حضورؐ نے مسلمانوں کو ہجرتِ حبشہ کا حکم دیا۔ یہاں کا بادشاہ غیر مسلم تھا اور اسی کی حکومت اور فرماں روائی تھی، لیکن شاہ حبشہ نے مسلمانوں کو امن وامان اور عزت کے ساتھ پناہ دی۔ اس طرح یہ ملک مسلمانوں کے لیے دارالامن قرار پایا۔ احکام پر عمل کے لحاظ سے اس کی حیثیت بھی دارالاسلام کی تھی، جو معاملات فاسدہ دارالحرب میں حربی سے جائز ہوتے ہیں وہ دارالامن میں جائز نہ ہوں گے۔ مسلمان مہاجرین کے لیے حبشہ دارالامن تھا، لیکن کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے اہلِ حبشہ سے سودی معاملہ یا عقود فاسدہ کو مال حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہو۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

"دارالحرب کے معنی دارالکفر کے ہیں، پھر اس دار کی دو قسمیں ہیں دارالامن اور دوسرے دارالخوف۔ دارالخوف وہ ہے جہاں مسلمان خوف ناک ہوں اور دارالامن وہ ہے جہاں مسلمان خوف ناک نہ ہوں۔ دارالامن بہت سے احکام میں مثل دارالاسلام کے ہے" [۱۲]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲) ہجرتِ حبشہ سے قبل مکہ مسلمانوں کے لیے دارالخوف تھا، کیوں کہ وہاں وہ امن وامان کے ساتھ زندگی بسر نہیں کررہے تھے، انھیں ہر وقت خوف وخطرہ لاحق تھا۔ جو احکام دارالحرب کے ہیں وہی اس کے بھی ہوں گے، حرب وقتال کے لیے جو شرائط ہیں ان شرائط کے بغیر قتال وجہاد کی اجازت نہ ہوگی، ہاں دفاعی تدابیر کے تحت ہر ممکن اور جائز صورت اختیار کی جاسکتی ہے، نیز اسلامی احکام وفرائض اور شعائر پر عمل کرنا ناممکن ہوجائے تو ہجرت بھی لازم ہوگی، عبادات، عیدین، جمعہ کی ادائیگی اُس طریقہ کے مطابق لازم ہوگی جس کا فقہاء نے ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ معاملات میں دارالخوف دارالحرب کے حکم میں ہوگا۔ ۱۳

۳) صلح حدیبیہ کے موقع پر شرائط طے ہوجانے اور صلح کی تکمیل کے بعد ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ نامی صحابہ نے اسلام لے آنے کے بعد ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، اس کے بعد جو شخص بھی اسلام میں داخل ہوتا اس زمرہ میں شامل ہوجاتا، رفتہ رفتہ ایک اچھی خاصی جماعت تیار ہوگئی، ان حضرات کا کام یہ تھا کہ خود کو خطرہ میں ڈال کر جان پر کھیل جاتے، قریش کا کوئی بھی قافلہ وہاں سے گزرتا ان پر حملہ آور ہوتے، ان کی جان مارتے اور ان کے اموال لے لیتے۔ ۱۴ ان کی صورت بین الامن والخوف کی تھی، وہ دوسروں کو مار کر ان کا مال سلب کرتے، لیکن خود خائف رہتے کہ ان کی جان نہ چلی جائے۔ یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ ان حربیوں کا مال غیر معصوم تھا اور باہم معاہدہ ان حضرات سے نہیں ہوا تھا، اس لیے حضورؐ نے بھی اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ جب حالت بین بین کی ہو، غلبہ کسی کا نہ ہو، تو ایسی حالت کا حکم بھی دارالحرب کے حکم کی طرح ہے۔ ۱۵

۴) دارالشر والمحاربہ کی تعریف سے ہی اس کی مثال اور احکام کو سمجھا جاسکتا ہے۔ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اس کی روشنی میں انگریزی عہد کے ہندوستان کی شرعی حیثیت کو متعین کیا جاسکتا ہے کہ اسے دار کے کس خانے میں رکھا جائے؟ دارالحرب کی جو ذیلی تقسیم کی گئی ہے اس میں اسے رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ان سب باتوں کے باوجود عصر حاضر کے پیش نظر دارالحرب کی ذیلی تقسیم میں مزید ایک دار کا اضافہ کیا جاسکتا ہے اور وہ ہے دارالجمہوریہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دارالجمہوریہ:

کوئی بھی ملک دارالاسلام ہوگا یا پھر دارالکفر بالکلیہ، وہاں اسلامی احکام کا نفاذ ہوگا یا کفر کا، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں نہ مسلمانوں کی حکومت ہے اور نہ غیر مسلموں کی، بلکہ وہاں جمہوری اور سیکولر نظام ہے جس میں خود حکومت کا کوئی مذہب نہیں، اس میں ہر مذہب اور فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوتے ہیں اور اس ملک میں ہر مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔ ان کے مذہبی معاملات میں حکومت کو دخل دینے کا حق نہیں ہوتا اور قانونی و دستوری نقطہ نظر سے بلاتفریق مذہب و زبان و علاقہ ہر شہری کو اپنے مذہبی شعائر کی آزادی کے ساتھ ملک کے وسائل سے منتفع ہونے کا مساوی حق ہوتا ہے۔ اس طرح کا ملک بھی دارالاسلام نہیں، بلکہ دارالحرب کی قسم دارالامن میں داخل ہے۔ [۱۶]

دارالحرب دارالاسلام کب بنتا ہے؟

فقہا نے لکھا ہے کہ دارالحرب کو دارالاسلام بننے کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ اس ملک پر مسلمانوں کی حکمرانی ہو جائے اور شریعت اسلامیہ کے مطابق وہاں کے سارے امور انجام پاتے ہوں۔ [۱۷] مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں: ''جاننا چاہیے کہ کسی شہر اور ملک کو دارالاسلام اور دارالحرب بننے کا مدار غلبۂ اسلام اور غلبۂ کفار پر ہے اور بس۔'' [۱۸]

دارالاسلام کن صورتوں میں دارالحرب بن جاتا ہے؟

اس سلسلے میں صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) فرماتے ہیں کہ: ''دارالاسلام کفر کے غلبہ کے بعد دارالکفر بن جاتا ہے، جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین شرطوں کے پائے جانے کے بعد ہی دارالاسلام دارالکفر ہوگا؛ مبسوط السرخسی میں ہے کہ:

''غرض امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دارالاسلام تین شرطوں سے دارالحرب بنتا ہے۔

۱) ایک یہ کہ یہ ملک تاتاریوں (اس وقت تک یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے ملک سے ملا ہوا ہو، یعنی اس ملک اور ارض حرب میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲) دوسری یہ کہ اس میں کوئی مسلمان سابق امان کے ساتھ نہ ہو اور اسی طرح کوئی ذمی سابق امان کے ساتھ نہ ہو۔

۳) تیسری یہ کہ یہ لوگ شرک کے احکام ظاہر کریں۔ امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے نزدیک احکام شرک کے ظاہر کرتے ہی یہ ملک دارالحرب بن جاتا ہے" ۱۹

احکام شرک کا اظہار مانع دارالاسلام نہیں:

امام ابوحنیفہؒ نے دو مزید شرطوں کا جو اضافہ کیا ہے اس کے متعلق مولانا سعید احمد اکبر آبادی تحریر فرماتے ہیں:

"لیکن اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ اختلاف حقیقی نہیں، بلکہ صرف نزاع لفظی ہے۔ کیوں کہ صاحبین محض اظہارِ حکم شرک کو جو دارالحرب ہونے کی بنیاد قرار دیتے ہیں تو یہ مطلق نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہوتی ہے، چناں چہ مسلمان بادشاہوں کے عہد میں ہندوستان میں بھی تھی اور اس حد تک تھی کہ اورنگ زیب عالم گیر ایسے متقشف اور متصلب فی الدین فرماں روا کے خزانۂ شاہی سے مندروں کے لیے باقاعدہ گھی اور تیل مہیا کیا جاتا تھا اور مندروں کے پجاریوں اور پنڈتوں کے ماہانہ وظیفہ اور روزینے مقرر تھے، چند سال ہوئے صرف ایک شہر اجین سے عالم گیر کے ایسے چالیس فرمان دستیاب ہوئے تھے جن میں وہاں کے مہنتوں اور پنڈتوں کو جاگیریں عطا کی گئی تھیں، پس جب احکام شرک کا ظہور اسلامی حکومت کے ماتحت دارالاسلام میں بھی ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے تو احکام شرک کا مطلقاً اظہار دارالحرب ہونے کی بنیاد کیوں قرار پا سکتا ہے؟ اس بنا پر لامحالہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اظہار احکام شرک سے صاحبین کی مراد اہلِ شرک کا قہر و غلبہ اور ایسا استیلا و استبداد ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی شعائر پر قائم رہنے اور مذہب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی آزادی نہ رہے اور وہ اس معاملہ میں مقہور و مغلوب ہو جائیں، امام صاحب نے اظہار احکام کو جو ان میں اور صاحبین میں مشترک شرط ہے اس کے علاوہ باقی جو دو شرطیں اور مقرر کی ہیں وہ درحقیقت اسی استیلا یا قہر و غلبہ اہلِ شرک کی علامتیں ہیں نہ کہ مستقل کوئی جداگانہ چیزیں۔ اس تجزیہ کے بعد یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ امام صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دراصل اسی ایک چیز کی توضیح اور تشریح ہے جسے صاحبین نے صرف ایک جملہ میں بیان کردیا ہے " ۲۰؎

ایک مسلمان بادشاہ کے ایک غیر شرعی فعل کو شرعی نہیں کہا جا سکتا، مندروں کے لیے تیل اور گھی مہیا کرنے کو کس نے جائز قرار دیا ہے، کیا اس پر کوئی نص موجود ہے؟ یا کسی شرعی اصول کا یہ اقتضا ہے؟ یا اسلاف میں سے کسی مفتی نے اس کا فتویٰ دیا ہے؟ ۲۱؎ امام صاحب نے جو دو مزید شرطیں لگائیں ہیں اس کی توضیح کرتے ہوئے علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

"امام صاحب نے پوری قوت اور غلبہ کا اعتبار کیا ہے اور یہ چیزیں ان تین شرطوں سے حاصل ہوں گی، کیوں کہ وہ علاقہ اگر کسی دارالحرب سے متصل نہیں ہے تو گویا وہ ہر جانب سے مسلمانوں کے احاطۂ قدرت میں ہے۔ اسی طرح اگر کسی مسلمان اور ذمی کو سابقہ بنیاد اور علت پر امن حاصل ہے تو یہ کفار کے عدم قہر پر دلیل ہوگی، علاوہ ازیں امام صاحب کا یہ ایک اصول ہے کہ جب کسی علت پر کوئی حکم لگایا جاتا ہے تو اس علت کا ادنیٰ اثر بھی جب تک باقی رہتا ہے وہ حکم مرتفع نہ ہوگا، مثلاً کسی آبادی کو اول اول آباد کرنے والوں میں جب تک ایک شخص بھی وہاں ہوگا وہ آبادی انہیں کی جانب منسوب ہوگی، دوسرے باشندوں اور خریدنے والوں کا اعتبار نہ ہوگا، کھجور وغیرہ کا رس اپنی اصل حالت سے بدل جانے کے بعد، جب تک جھاگ نہ پھینک دے، اس وقت تک اس پر خمر ہونے کا حکم نہ لگایا جائے گا۔ اسی طرح سے جو ملک چاروں طرف سے دارالاسلام سے گھرا ہوا ہے اس پر دارالحرب ہونے کا حکم بالکل ویسے ہی نہ لگائیں گے جس طرح احکام شرک کے عدم اظہار و اجرا میں دارالحرب کا حکم نہیں لگتا کہ ان کا غلبہ وقتی اور عارضی تصور ہوگا"۔ ۲۲؎

برطانوی عہد کے بارے میں علماء ہند کا فتویٰ

یہ تو طے ہے کہ مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے بعد یہ ملک دارالاسلام تھا۔ اختلاف اس بارے میں ہے کہ انگریزی عہد میں ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا تھی؟ اس سلسلے میں علماء کی ایک بڑی تعداد نے اسے دارالحرب قرار دیا ہے، جب کہ کچھ علماء نے اسے دارالاسلام ہی مانا ہے۔ قائلینِ دارالحرب میں مولانا اسمٰعیل شہید ۲۳؎ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا فضل حق خیرآبادی ۲۴؎ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حسین احمد مدنی ۲۵ مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا کفایت اللہ ۲۶ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ۲۷ مولانا عبدالصمد رحمانی ۲۸ وغیرہ ہیں۔ان حضرات کی بحثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی احکام بطور غلبہ یہاں جاری نہیں ہیں، بلکہ محکومانہ اور عاجزانہ اسلامی احکام پر عمل ہو رہا ہے۔ یہاں اقتدار اعلیٰ نصاریٰ کو حاصل ہے اور دار الحرب کے جس قدر شرائط فقہاء نے بیان کیے ہیں وہ سب یہاں پائے جاتے ہیں، یہاں عدل و انصاف، جان و مال کا تحفظ اور مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے، کفر کو شان و شوکت اور غلبہ حاصل ہے، اسلام کا پرچم سرنگوں اور کفر کا پرچم بلند ہے۔ جن لوگوں نے برطانوی عہد کو دارالاسلام کی حیثیت دی ہے وہ ہیں مولانا عبدالباری فرنگی محلی ۲۸ الف مولانا عبدالحی فرنگی محلی ۲۹ نواب صدیق حسن خان بھوپالی ۳۰ مولانا نذیر احمد دہلوی ۳۱ مولانا ابوسعید محمد حسین لاہوری ۳۲ وغیرہ۔ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ہندوستان انگریزوں کی علم داری سے پہلے متفق علیہ طور پر دارالاسلام رہا ہے، یعنی ساڑھے چھ سو سال تک یہاں مسلمانوں کی حکومت اور ان کا اقتدار تھا، غیر مسلم یہاں ذمی کی حیثیت سے رہتے تھے، اب دارالاسلام جن چیزوں سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دار الحرب قرار پاتا ہے وہ تین ہیں، ان کے بغیر وہ دارالاسلام ہی رہے گا اور چوں کہ یہ شرطیں ہندوستان میں انگریزوں کے اقتدار حاصل کر لینے کے بعد نہیں پائی جاتیں اس لیے ہندوستان بھی دارالحرب نہیں ہے۔

مولانا اکبرآبادی نے اپنی کتاب میں مولانا رشید احمد گنگوہی کے تین فتووں کا ذکر کیا ہے جن سے پتا چلتا ہے کہ اس عہد کے سلسلے میں مولانا کی تین آراء ہیں۔ان کا پہلا فتویٰ دارالحرب ہونے سے متعلق ہے، دوسرے فتوی میں انہوں نے کوئی دوٹوک بات نہیں کہی ہے ۳۳ جب کہ تیسرے فتوی میں، جس کو مولانا محمد سہول عثمانی صاحب نے مفتی شفیع احمد صاحب کی کتاب کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے، مولانا نے لکھا ہے:

”یہاں یہ بات ظاہر کر دینا بہت ضروری ہے کہ آج کل ہندوستان، باستثنا اسلامی ریاستوں کے، اگرچہ حضرت مجیب (مولانا گنگوہی) اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور بعض دیگر اکابر کے مطابق دارالحرب ہے، مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالامن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں سے مسلمانوں کی ہجرت ضروری نہیں ہے، کاتب الحروف کے استفسار پر حضرت گنگوہی نے ایسا ہی مشافہتہً فرمایا تھا جو بندہ کو خوب اچھی طرح یاد ہے'' ۳۴؎

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا گنگوہی نے ایک ہی ملک کے لیے متضاد قسم کے فتوے کیوں دیئے؟ مگر غور کیا جائے تو مولانا کے فتویٰ میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیوں کہ مولانا ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے ہی قائل تھے اور چوں کہ دارالحرب کی کئی ذیلی تقسیم ہوسکتی ہیں اس لیے مولانا ایک ہی وقت میں ایک ہی ملک کے لیے کبھی دارالحرب، تو کبھی دارالامان کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور کبھی خاموش رہتے ہیں، دراصل مولانا اکبرآبادی کا رجحان ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کی طرف رہا اس لیے وہ اپنی رائے کو تقویت دینے کے لیے مولانا کے ان فتووں کی عجیب توجیہ کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

''مولانا کا پہلا فتویٰ بزبان فارسی وشائع کردہ مفتی شفیع صاحب یا تو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے پہلے کا ہے یا اس کے بعد کا، جب کہ پکڑ دھکڑ بڑے پیانے پر جاری تھی اور ادھر مجاہدین بھی سرگرم تھے۔ اس کے بعد جب ذرا حالات بہتر ہوئے، مگر مطلع صاف نظر نہیں ہوا تھا تو مولانا کو اب پہلی رائے پر اصرار نہیں رہا، لیکن ساتھ ہی کھل کر دارالحرب ہونے کی نفی بھی نہیں کرسکتے تھے اور جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ کسی قطعی بات کہنے سے معذرت فرمادی، پھر جب حالات ذرا بہتر ہوئے، امن وامان مکمل طور پر بحال ہوگیا اور مذہبی فرائض ومعمولات بلا خوف وخطر ادا ہونے لگے تو اب حضرت گنگوہی نے اسے دارالامان ہی قرار دیا'' ۳۵؎

فتاویٰ رشیدیہ میں ایک مقام پر مولانا گنگوہی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''سب ہندوستان دارالحرب ہے'' ۳۶؎ غالباً اس پر مولانا اکبرآبادی کی نظر نہیں پڑی۔

مولانا اکبرآبادی علامہ انورشاہ کشمیری کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے دارالحرب نہیں بلکہ دارالامان یا دارالعہد ہونے کے قائل ہیں، اس لیے ہندوستان دارالحرب نہیں ہے۔ اس سے مولانا کے موقف کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ قائلین دارالاسلام کے موقف کی تردید ہوتی ہے نہ کہ دارالاسلام ہونے کا اثبات۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قائلینِ دارالاسلام کے فتویٰ کی تردید:

شروع میں شاہ عبدالعزیز کا فتوی نقل کیا گیا ہے، جس میں انگریزی عہد کے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا ہے، اس فتویٰ نے بہت سے شکوک وشبہات کا ازالہ بھی کیا ہے اور دارالحرب کی تعریف بیان کر کے واضح کیا ہے کہ کوئی بھی ملک محض احکامِ اسلامیہ، مثلاً جمعہ وعیدین، اذان اور گاؤکشی پر پابندی عائد نہ ہونے کی وجہ سے دارالاسلام نہیں بنتا۔ جن لوگوں نے انگریزوں کے دورِاقتدار میں بھی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے ان سب نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ بعض احکام اسلامیہ جمعہ وعیدین ہندوستان میں اس وقت بھی باقی وجاری تھے اور جب تک کسی بھی ملک میں اسلام کے کچھ احکام جاری رہیں گے وہ ملک دارالحرب نہیں بنے گا۔ شاہ صاحب نے اسے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اقتدار وملک کی باگ ڈور غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے اور اس میں اس کے احکام جاری بھی ہوتے ہیں تو وہ ملک دارالحرب قرار پائے گا، چاہے اس میں اسلام کے بعض احکام جاری ہوں۔

قائلین دارالاسلام نے درّ مختار کی ایک عبارت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دارالحرب میں اسلامی احکام مثلاً جمعہ وعیدین جاری ہونے سے وہ دارالاسلام بن جاتا ہے، اگر چہ اس میں کوئی اصلی کافر باقی ہو اور اگر چہ وہ دارالاسلام سے متصل نہ ہو۔ ۳۸ اس قسم کی عبارتیں، جو کتب فقہ میں درج ہیں، دراصل لوگوں کو ان کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جمعہ وعیدین کی نمازوں کے لیے ایک اہم شرط سلطان یا نائب سلطان کا ہونا بھی ہے۔ دارالحرب میں سلطان کے وجود کا سوال ہی نہیں ہے اس لیے وہاں جمعہ وعیدین کی نمازیں قائم نہیں کی جاتیں۔ اس عبارت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ جب کسی دارالحرب پر مسلمان کا قبضہ ہوجائے اور سلطان المسلمین اسلامی احکام جاری کرے، مثلاً جمعہ وعیدین کی نمازیں قائم کرے تو وہ دارالاسلام بن جائے گا۔ واضح رہنا چاہیے کہ ''جمعہ وعیدین'' شرح کے الفاظ ہیں جن کے ذریعہ اجراء احکام کی مثال دی گئی ہے۔ یہ دونوں نمازیں اجراء احکام کی مثال اس لیے بن جاتی ہیں کہ ان کے قیام کے لیے سلطان کا ہونا شرط ہے۔ اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی ملک میں محض جمعہ اور عیدین کا قیام اس کے دارالاسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کی علامت نہیں ہے۔ بلکہ اجراء احکام، جن کا ایک جز جمعہ وعیدین بھی ہے، اس کے دارالاسلام ہونے کی علامت ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ لادینی حکومتوں میں جمعہ اور عیدین کے قیام کی یہ نوعیت ہے کہ سلطان نہ ہونے کے باوجود تاویل کے ذریعہ علماء نے وہاں ان کے جواز کا فتوی دے دیا ہے۔ ایسی صورت میں جمعہ اور عیدین کو اجراء احکام کی علامت قرار دے دینا درست نہیں ہوسکتا اور اس کو دارالاسلام کی علامت بنا دینا غلطی ہوگی [۳۹] حکومت اور طاقت اصل ہے، جمعہ اور عیدین تو علامتیں ہیں، جہاں غلبہ کفار کا ہے وہ باوجود جمعہ وعیدین کے دارالکفر ہی رہے گا۔

شرح السیر الکبیر میں ہے کہ وہ جگہ جہاں مسلمان مامون نہ ہوں، دارالحرب ہوتی ہے، اس لیے دارالاسلام اس جگہ کا نام ہے جو مسلمان کے زیر اقتدار ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ مسلمان وہاں مامون ہوں [۴۰] اس سلسلے میں مولانا عبدالعلیم اصلاحی فرماتے ہیں:

''اس طرح کی عبارتوں سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ دارالاسلام کی ایک علامت مسلمانوں کا مامون ہونا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے اور یہ ایک ا[illegible]ی صفت ہے جو کسی علاقہ کے دارالاسلام ہونے کا لازمی نتیجہ ہے، لیکن اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں مسلمان مامون ہوں وہ لازماً دارالاسلام بن جائے۔ آخر دارالحرب میں بھی تو مسلمان بحیثیت مستأمن جاتا ہے اور وہاں وہ مامون ہوتا ہے، مگر اس قسم کی عبارتوں کا سہارا لے کر لادینی حکومتوں کے کاسہ لیس بھی کبھی یہ دعوی کر بیٹھتے ہیں کہ فلاں جگہ مسلمان امن و امان سے ہیں، اس لیے وہ ملک دارالاسلام ہے، حالاں کہ کتب فقہ میں ان مقامات پر کسی خاص صورت حال کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے دارالاسلام اور دارالحرب کی بعض علامتوں کا ذکر ہوتا ہے، جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں جہاں پائی جائیں گی وہ لازماً دارالاسلام ہوگا''۔ [۴۱]

انگریزی عہد کے ہندوستان کے دارالاسلام اور دارالحرب ہونے سے متعلق جو گفتگو ہوئی اس کا ماحصل یہ ہے کہ مولانا اکبرآبادی نے اس سلسلے میں قائلین دارالاسلام اور قائلین دارالحرب کی دلیلوں کا جو احصا کیا ہے وہ یقیناً قابلِ ستائش ہے، مگر ان دلیلوں کا مطالعہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بعد یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ مولانا اس سے عوام کو کیا باور کرانا چاہتے ہیں اور نہ بحث کے اختتام پر مولانا نے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے، جہاں تک دونوں فریقوں کے استدلال کو دیکھ کر کوئی موقف متعین کرنے کی بات ہے تو اس سلسلے میں قائلین دار الحرب کی تعداد ان لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے جو ہندوستان کو دار الاسلام کہتے ہیں۔ نیز قائلین دار الحرب میں ایسے علماء دین ہیں جو مثل آفتاب و مہتاب ہیں اور زیادہ تر وہی لوگ ہیں جنہوں نے انگریزوں کے مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور جنگِ آزادی میں بہ نفس نفیس حصہ لیا اور جن کی مساعی سے ہندوستان انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہوا۔ قائلین دار الاسلام اپنی دلیل میں صرف ایک ہی عبارت کو پیش کرتے ہیں جس کی تردید شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے بڑے جزم و یقین کے ساتھ کی ہے۔

آزادی کی کہانی:

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ انگریزوں نے جب ہندوستان میں اپنی حکومت کے قیام میں کامیابی حاصل کر لی تو کم و بیش یہاں کی دونوں قوموں کو تختۂ مشق بنایا، انھیں طرح طرح کی اذیتیں دیں، قتل و خوں ریزی کا عالم یہ تھا کہ دیگر لوگوں کے علاوہ ایک درجن سے زائد شہزادیوں اور شہزادوں کا قتل کیا، سیکڑوں علماء دین کو دہلی کے چوک چوراہے پر پھانسی دی۔ اس ظلم و عدوان کی وجہ سے جس طرح مسلمان انگریزوں سے نفرت کرتے اور ان کی حکومت کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے اسی طرح ہندو بھی نہیں چاہتے تھے کہ کوئی بدیسی سفید فام ہمارا حاکم ہو، لہٰذا مسلمانوں کی طرح وہ بھی انگریزوں سے نفرت کرتے تھے۔ اگر مسلمان انگریزوں کا تسلط ختم کرنے کے لیے مختلف محاذوں پر ان سے برسرِ پیکار ہوئے تو ہندوؤں نے بھی مسلمانوں کا کھل کر ساتھ دیا۔ اس طرح دونوں قوموں کے اتحاد و مشورے، کوشش و جاں فشانی کے بعد ہی یہاں سے انگریزی حکومت کا خاتمہ ہو سکا۔ اسی دوران تقسیمِ ہند کا قضیہ پیش آیا اور ۱۹۴۷ء میں ہند و پاک دو الگ الگ ملک وجود میں آئے۔ پاکستان تو یقیناً اسلامی ملک کہلانے کا مستحق ہوا، مگر ہندوستان کے لیے اب بھی یہ جھگڑا برقرار رہا کہ آزاد ہندوستان دار الاسلام ہے یا دار الحرب؟ جب کہ یہ بھی درست ہے کہ آزادی کے بعد ملک کے حالات ویسے نہ رہے جیسے انگریزوں کے عہد میں تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آئین اور دستور کے لحاظ سے مسلمانوں کو برابری کا درجہ دیا گیا، حکومت میں بھی ان کو شامل کیا گیا، مذہبی آزادی دی گئی، تقریر وتحریر پر بھی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی، حکومت کے اختیارات میں بھی ان کو اپنی رائے دینے کا مجاز ٹھہرایا گیا، مختصر یہ کہ جس قسم کی آزادی ہندوؤں کو حاصل ہے آئین ودستور کے لحاظ سے مسلمان بھی اپنے معاملات میں آزاد ہیں۔

ہندوستان کی دستوری پوزیشن:

مولانا اکبرآبادی آزاد ہندوستان کی دستوری پوزیشن کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"ملک کی آزادی کے لیے ہندو اور مسلمان دونوں ایک ساتھ ایک عرصہ تک سرگرم عمل رہے، دونوں نے یکساں قربانیاں دیں، جیل گئے، پیٹے اور مارے گئے، جمعیۃ العلماء ہند مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی، اس نے آخر دم تک کانگریس کا ساتھ نہیں چھوڑا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ کانگریس کا نصب العین آزادی کے بعد جمہوری نظام قائم کرنا شروع سے رہا ہے اور علماء اس پر مہرِ تصدیق ثبت کرتے رہے ہیں، تو اب سوال یہ ہے کہ جمہوریت کے قیام کے بعد علماء کرام کے نزدیک ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہوتی؟ وہ دارالحرب رہتا یا دارالاسلام؟ اگر دارالحرب ہوتا تو کیا علماء کے لیے جائز تھا کہ وہ ایک ایسے ملک کو جو انگریزوں کے زمانے میں دارالحرب نہیں تھا اسے عظیم الشان قربانیاں دے کر دارالحرب بنائیں؟ اور اگر وہ دارالاسلام بنتا تو پھر تقسیم نے ملک کی اکثریت واقلیت کے اعتبار سے آخر ایسی کون سی بنیادی تبدیلی پیدا کی جس کے باعث ملک اگر تقسیم نہ ہوتا تو دارالاسلام ہوتا اور اب تقسیم ہو گیا تو یہ دارالحرب بن گیا، آخر دستوری طور پر وہ کون سی چیز ہے جو تقسیم نہ ہونے کی صورت میں ہوتی اور اب نہیں ہے اور اس بنا پر پہلی صورت میں شرعی حکم کچھ اور ہوتا اور اب کچھ اور ہوگا؟ صوبائی طور پر آبادی کم وبیش ہوتی، لیکن مرکز میں پوزیشن تو بہرحال یہی ہوتی جس کا ذکر مسلم لیگ بار بار کرتی تھی۔

بہرحال کانگریس اور مسلم لیگ میں فرقہ وارانہ مسائل پر سمجھوتا نہ ہوسکا اور انجام کار دوقومی نظریہ پیدا ہوا اور اس کی بنیاد پر ہی ملک کی تقسیم عمل میں آئی اور اسی بنیاد پر پاکستان کو اسلامی حکومت قرار دیا گیا، تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد ہندو مسلمانوں میں جو نہایت شدید قسم کی منافرت، دشمنی اور عداوت پائی جاتی تھی وہ اور پاکستان میں اسلامی حکومت کا قیام یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں چیزیں ایسی تھیں جن کے پیشِ نظر اغلب یہی تھا کہ ہندوستان میں ہندو حکومت قائم ہوتی! لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ یہاں پارلیمنٹری نظامِ جمہوریت اختیار کیا گیا'' ۴۲؎

اس تاریخی پس منظر کے بعد مولانا اکبر آبادی نے دستور میں مسلمانوں کو زندگی کے بیش تر شعبوں میں جو آزادی و اختیارات دیئے گیے ہیں ان کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ مولانا نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ چوں کہ حکومت جمہوری ہے مگر ملک میں اکثریت بہر حال ہندوؤں کی ہے اس بنا پر ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں اکثریت رکھنے والے لوگ اقلیت یعنی مسلمانوں کو مذہبی یا اور کسی تعصب کی بنیاد پر دبانے کی کوشش کریں اور ان کی آزادی و اختیارات پر قدغن لگائیں، چناں چہ دستور نے اس بات کو ملحوظ رکھ کر ایک سپریم کورٹ کے قیام کو ضروری سمجھا، تاکہ کبھی اس قسم کی بات ہو یا پھر ملکی سطح پر انصاف کے متلاشی حضرات کو اس کے ذریعے ان کا حق مل سکے جو مبنی بر انصاف اور غیر جانب دارانہ ہو۔

مولانا نے جمعیۃ العلماء ہند کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے اس کے سلسلے میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان کے پیش نظر ملک کو دار الحرب بنانا نہیں تھا، جمہوری ملک میں مسلمانوں کے لیے آئین، قرآن وسنت کی روشنی میں بھی تیار کیا جا سکتا تھا، مگر ایسا نہیں ہوا، اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟

آزاد ہندوستان کی شرعی حیثیت:

آزاد ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟ اس سلسلے میں علامہ انور شاہ کشمیری کا ایک فتویٰ مولانا منت اللہ رحمانی نے ایک کتابچہ میں شائع کیا تھا جس میں انگریزی عہد کو دار الحرب کہا گیا ہے۔ اس کا ذکر مولانا اکبر آبادی نے اپنی کتاب میں کیا ہے، بلکہ یہ کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ یہی فتویٰ مولانا اکبر آبادی کے لیے ہندوستان کی شرعی حیثیت کے متعلق اظہار خیال کا محرک بنا۔ مولانا منت اللہ رحمانی اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ شاہ صاحب کی یہ تحریر تقریباً چالیس برس پہلے کی ہے، جب کہ انگریزوں کا دور حکومت تھا، اس تحریر میں دار الحرب کے لیے جو اصل بیان کی گئی ہے اسے سامنے رکھ کر موجودہ ہندوستان کے متعلق آسانی سے رائے قائم کی جا سکتی ہے'' ۔۴۳؎

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا منت اللہ رحمانی اس فتویٰ کی روشنی میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آزاد ہندوستان بھی دارالحرب ہے، جس سے مولانا اکبرآبادی اختلاف کرتے ہیں، یہاں تک کہ انھوں نے مولانا محمد میاں کی اس رائے کو بھی رد کردیا جو انہوں نے جنوبی افریقہ کے دارالحرب ہونے سے متعلق پیش کی تھی۔ ۴۴؎ نیز دارالعلوم کے ایک فتویٰ میں کہا گیا ہے کہ: ”جمہوریہ افریقہ میں مسلمان اقل قلیل ہیں اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ جمہوریہ میں غلبہ وتسلط غیر مسلموں کا ہے اور یہی مدار ہے دارالحرب ہونے کا۔ ۴۵؎ مولانا اکبرآبادی نے اس فتویٰ پر کڑی تنقید کی ہے۔ اپنی طویل بحث میں جگہ جگہ فقہی جزئیات کو پیش کرکے اس کا رد کیا ہے۔ اس کے بعد نتیجہ کے طور پر لکھتے ہیں:

”فقہائے کرام کی ان تصریحات کو سامنے رکھ کر جو نتیجہ بلا کسی دغدغہ کے نکالا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ صرف وہ ملک دارالحرب ہوگا جہاں کفر کا غلبہ ہو اور استیلاء بایں معنی ہو کہ نہ مسلمان اس کی حکومت اور نظم ونسق میں شریک ہوں اور نہ ان کو مذہبی آزادی حاصل ہو، یعنی یہ دونوں چیزیں استیلا وغلبہ کے اجزاء ترکیبی ہیں اور اس بنا پر یہ دونوں نہ ہوں یا ان میں سے ایک نہ ہو، بہرحال فوت الجزء فوت الکل کے قاعدے کے مطابق استیلا متحقق نہیں ہوگا۔ اس لیے حسبِ ذیل دونوں قسم کے ملک دارالحرب نہیں ہوں گے:

الف) وہ ملک جس میں مسلمان شریکِ حکومت ہیں۔ (ب) وہ ملک جس میں مسلمان شریکِ حکومت تو نہیں، البتہ انہیں مذہبی آزادی حاصل ہے ۴۶؎

مشترکہ حکومت مانع دارالحرب نہیں:

مولانا اکبرآبادی نے چند فقہی جزئیات کی روشنی میں جو یہ کہا ہے کہ جس ملک میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی، یا وہاں مشترکہ حکومت ہوگی وہ دارالحرب نہیں ہوگا، یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مغربی ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے اور وہاں مشترکہ حکومت ہے، اس کے باوجود وہ ممالک متفق طور پر دارالحرب ہیں۔ مولانا عبدالعلیم اصلاحی نے لکھا ہے:

”مشترکہ حکومت کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کو آبادی کے لحاظ سے حکومت میں نمائندگی دی جائے، ایسی شکل میں مسلمان اقلیت میں ہوں تو ان کے غلبہ کا کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوال نہیں اور اگر اکثریت میں ہیں اور پھر غیر اسلامی بنیادوں پر حکومت بنائی گئی ہے تو یقیناً وہ نام اور تعداد کے اعتبار سے غالب ہوں گے۔ اسی طرح اگر جداگانہ انتخاب کا سسٹم نہیں ہے، بلکہ مشترکہ ووٹنگ سے حکومت بنائی گئی ہے، تو اس صورت میں مسلمان تعداد کے اعتبار سے غالب ہو سکتے ہیں اور مغلوب بھی لیکن ان تمام صورتوں میں مسلمان حقیقت کے اعتبار سے مغلوب قرار دئے جائیں گے، اس لیے کہ غیر دین کا غلبہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مغلوب ہیں۔ اگر وہ غالب ہوتے تو ضرور دین کا غلبہ حاصل ہوتا۔ غرض یہ کہ مشترکہ حکومت کی جو ہیئت بھی بنے گی وہ لامحالہ دارالحرب ہی ہوگی، کیوں کہ بہرصورت اس میں غیر اسلامی احکام نافذ ہوں گے اور اسلامی احکام کے ماسوا جو قوانین و احکام بھی ہوں گے وہ احکامِ کفر ہی قرار پائیں گے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ایک خاص حالت میں دارالحرب کے لیے جو تین شرطیں لگائی ہیں ان میں سے ایک شرط احکام شرک کے اجرا کی ہے۔ فتاویٰ عالم گیری کے لفظوں میں اس کی تشریح بیان کرنے کے بعد صاحب ردالمختار نے اپنے لفظوں میں ایک نتیجہ نکالا ہے ''اس کا ظاہر یہ ہے کہ اگر مسلمان اور اہلِ شرک دونوں کے احکام جاری ہیں تو وہ دارالحرب نہ ہوگا۔''[۷۷] ردالمختار کے ان الفاظ میں دراصل اس علاقہ کا حکم بتایا گیا ہے جس پر قابض اور حکمراں ہونے کا ہر دونوں فریق دعویٰ کررہا ہے اور مکمل اقتدار کسی کا نہ ہو...، ہم دریافت کرتے ہیں کہ مشترکہ حکومت کا مطلب آگ اور پانی کو ایک ظرف میں جمع کرنے کے علاوہ بھی کچھ ہوسکتا ہے، ایک ہی اسٹیٹ میں ایک طرف خدا کی حاکمیت کا تصور کارفرما ہو اور ساتھ ہی حاکمیتِ جمہور کا نظریہ بھی، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو دستور و قانون کا ماخذ تسلیم کیا جائے اور جمہوریت کی مرضیات کو بھی، ایسا ممکن ہے؟ کسی زانی کے لیے سنگ ساری کی سزا تجویز کی جائے اور کسی کے لیے زنا بالرضا کو جائز قرار دیا جائے۔ ایک چور کا ہاتھ کاٹ لیا جائے اور دوسرے کو چھ ماہ جیل میں مہمان رکھا جائے، کیا ایسا ممکن ہے؟ کیا اس کی کوئی نظیر پیش کی جاسکتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ سرے سے مشترکہ حکومت کا وجود ہی ایک امر محال ہے۔ آج جن حکومتوں کو مشترکہ حکومتیں کہا جاتا ہے وہ صحیح معنی میں کسی خاص نظریہ کی حامل حکومتیں ہوتی ہیں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ان میں مختلف طبقوں، گروہوں اور قوموں کے افراد شامل ہوتے ہیں۔ لیکن مشترکہ حکومت کے نام پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عوام الناس کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ جن ملکوں میں مختلف قوموں کے چند افراد نے کمیونزم، سوشلزم اور سیکولرزم جیسے نظریات پر حکومتوں کی بنیاد رکھی ہے، کیا یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ وہاں ان نظریات کو سب لوگوں نے قبول کر لیا ہے اور مثلاً وہاں کے تمام مسلمانوں نے اسلامی نظریات کے مقابلہ میں مادّہ پرستانہ نظریات کو ترجیح دی ہے۔[۴۸]

تقسیم دار میں فروگذاشت:

پچھلے صفحات میں دار سے متعلق جو گفتگو کی گئی ہے اس ضمن میں اس بات کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ دارالحرب کی مزید ذیلی تقسیمیں کی جا سکتی ہیں۔ جب کہ مولانا اکبرآبادی دارالاسلام اور دارالحرب کے علاوہ دارالامن اور دارالعہد کو الگ مستقل ایک قسم قرار دیتے ہیں۔ مولانا کا یہ موقف کمزور ہے، کیوں کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق دارالامن اور دارالعہد دارالحرب کی ذیلی تقسیم میں داخل ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ مولانا اکبرآبادی غیر مسلموں کے حقوق و تعلقات اور ان سے مسلمانوں کے تعلقات کی قرآن کی روشنی میں وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" بہر حال اب جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ دار از روئے قرآن دو یا تین نہیں اور ہر دار کسی کی قسم نہیں، بلکہ مستقل بالذات ہے اور ان کے احکام الگ الگ ہیں تو اب موقع ہے کہ اصل سوال کا جواب دیا جائے، یعنی یہ کہ اچھا جب ہندوستان دارالحرب نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہندوستان جس طرح دارالحرب نہیں، دارالاسلام نہیں ہے اور دارالعہد اور دارالامن بھی نہیں ہے، کیوں؟[۴۹]

اقتباسِ بالا سے پتا چلتا ہے کہ مولانا کی نظر علماء کے اس فتویٰ پر نہیں پڑی جس میں آزاد ہندوستان کو دارالحرب کی ایک قسم دارالامن میں رکھا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے مولانا نے دار کی جو چار قسمیں بیان کی ہیں اس کے علاوہ ایک پانچویں قسم کے متلاشی ہیں جس کی وضاحت انہوں نے نہیں کی ہے۔ لکھتے ہیں:

" جس طرح ہندوستان دارالحرب اور دارالاسلام نہیں ہے اسی طرح دارالعہد اور دارالامن بھی نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں دار وہاں پائے جاتے ہیں جہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمان ایک فریق ہوں اور غیر مسلم ثانی ہوں اور ان میں علی الترتیب معاہد امن و مستامن ہونے کا رشتہ اور تعلق پایا جائے اور ظاہر ہے یہاں یہ رشتہ مفقود ہے، کیوں کہ دستوری طور پر اور قومیت (Nationality) کے موجودہ بین الاقوامی تصور کے تحت اس ملک کے مسلم اور غیر مسلم مل کر ایک قوم ہیں اور حکومت جو ہے وہ اسی کی ہے، اور یہ قوم ایک دستور کی پابند ہے جس کو عملی شکل دینا اور اس کی وضاحت کرنا حکومت کا فرض ہے۔ اس بنا پر مسلمانوں کو جو حقوق حاصل ہیں وہ دستور نے دیئے ہیں نہ کہ اکثریت نے، اور انہیں جو کچھ شکایت کسی معاملہ میں ہو حکومت سے ہوسکتی ہے جس کی تشکیل میں خود مسلمانوں کا ایسا ہی حصہ ہے جیسا دوسروں کا کہ وہ دستور کی حفاظت اور دوسرے لفظوں میں ان کی نمائندگی اور اعتماد کا حق ادا نہیں کر رہی ہے، بہر حال ان وجوہ سے ہندوستان یہاں کے مسلمانوں کے لیے دار العہد اور دار الامن بھی نہیں ہے"۔ ۵۰؎

مولانا کتاب کے اختتام پر وہی بات دہراتے ہیں کہ دار کے لیے نیا موقف اپنایا جائے، یہاں تک کہ وہ موجودہ زمانہ میں کسی بھی ملک کو دار الاسلام کی حیثیت سے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ عصر حاضر میں جو ممالک اسلامی تصور کیے جاتے ہیں ان کے دار الاسلام ہونے کو رد کیا ہے اس کی جو وجوہ انہوں نے بتائی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ ان ممالک میں برائیوں اور عریانیت کو اپنا لیا گیا ہے اور اخلاقی جرائم فروغ پا رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آج ہم جن ممالک کو اسلامی تصور کر رہے ہیں وہاں کوئی مسلمان جاتا ہے تو اسے وہ حقوق حاصل نہیں ہوتے جو اس کو اپنے ملک میں حاصل تھے یا وہ وہاں کا مستقل باشندہ نہیں ہوسکتا۔ ایسی صورت میں اسے کیوں کر دار الاسلام قرار دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ دار الاسلام کا مطلب یہ ہے کہ دار الحرب سے کوئی مسلمان ہجرت کر کے یا صرف قیام کی غرض سے جائے تو وہاں کے حاکم کو چاہیے کہ وہ اسے وہ حقوق دے جس کی فقہاء نے تصریح کی ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ باوجود ان تمام باتوں کے، جن کا ذکر ابھی ہوا ہے، مسلمانوں کی اکثریت والے ممالک جہاں مسلمان صدر حکومت ہے، فقہاء کے ان بیانات کی روشنی میں جنھیں ہم سابق میں نقل کرائے ہیں، دار الاسلام ہی ہیں، لیکن ان ممالک کی کیا خصوصیت ہے، ان بیانات کی رو سے تو ہندوستان اور دوسرے غیر مسلم اکثریت کے ملک،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں مسلمانوں کی مذہبی آزادی مسلّم ہے، وہ بھی دارالاسلام قرار پاتے ہیں، چناں چہ آپ پڑھ ہی آئے ہیں کہ برطانوی عہد کے ہندوستان کو کس کثرت سے علماء نے دارالاسلام لکھا اور کہا ہے، لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ چوں کہ دارالاسلام اور دارالحرب کی اصطلاح کہیں قرآن میں نہیں ہے اور عہدِ نبوت وعہدِ صحابہ میں بھی اس کا سراغ نہیں ملتا، پھر قدیم مصنفین کی کتابوں میں عام طور پر بجائے دارالاسلام کے ''دارنا'' (ہمارا ملک یا ہمارا وطن) کے الفاظ ملتے ہیں، علاوہ ازیں کتبِ فقہ میں دارالاسلام کے ساتھ دارالمسلمین ۵۱ کا لفظ بھی مستعمل ہوا ہے اور اس زمانہ میں بدقسمتی سے کوئی ملک ایسا نظر نہیں آتا جس پر اسلام فخر کر سکے اور جو (فقہاء کے بیانات سے قطع نظر) صورۃً ومعنیً دارالاسلام ہو، اس بنا پر ہمارے زمانے میں شہریت اور قومیت یا جنسیت کا جو بین الاقوامی تصور قائم ہو گیا ہے اور جسے مسلم اور غیر مسلم سب ممالک نے اختیار کر لیا ہے، ہم کیوں نہ اس کی روشنی میں دار کی ایک نئی قسم معین کریں۔ ۵۲

بہت سے اسلامی ممالک آج مغربیت کے طرز واطوار کو اپنائے ہوئے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے دارالاسلام سے خارج کر دیا جائے۔ ہمیں غور اس بات پر کرنا ہے کہ فقہاء نے دارالاسلام کی جو شرائط بیان کی ہیں ان پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں؟

عصر حاضر میں مسلمانوں کی حیثیت:

آزادی کے بعد ملک میں مسلمانوں کے ساتھ ہر سطح پر جو نا منصفانہ رویہ اختیار کیا گیا اسے ہر شخص جانتا ہے، لیکن مولانا اکبرآبادی اسے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ملکی سطح پر جو ظلم اور زیادتیاں ہو رہی ہیں ان کے ذمہ دار کسی حد تک خود مسلمان ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''آج آپ کو معلوم ہے کہ ملک کا کیا حال ہے؟ کون سی بیماری ہے جو ہمارے سماج میں نہیں ہے؟ کون سا آزار ہے جس میں ہمارا معاشرہ مبتلا نہیں ہے؟ روگ کی وہ کون سی قسم ہے جو قوم کے رگ وپے میں ساری نہیں ہے؟ آدمی پاگل ہوتا ہے تو ماں باپ، بھائی بہن پر بھی ہاتھ اٹھا بیٹھتا ہے، پس مسلمانوں کو جو شکایات ہیں ان کو ملک کے عام حالات کے پس منظر کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔ مسلمان ایک کل کا جز ہیں، جب کل ہی صحت مند نہیں تو جز صحت مند کیسے ہو سکتا ہے، ملک کے مختلف طبقات میں اگر ذات پات کے، زبان کے اور علاقائی حد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بندی کے تعصبات پائے جاتے ہیں اور ان کی بنیاد پر آئے دن شکست و ریخت اور حرب و ضرب کے ہنگامے برپا رہتے ہیں تو اگر مذہب کے نام پر مفسدہ پردازوں کے ایک گروہ نے من مانی کرنے کی ٹھان لی تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ بہر حال ملک کی عام ناگفتہ اور تباہ کن صورت حال کے اصل اسباب حکومت کی نااہلیت اور کمزوری اور عوام میں جمہوریت کی قدروں کا عدم ہے یہی دو ہیں، کم وبیش کا فرق ہے، لیکن مسلمانوں کی جو شکایات ہیں اس کے اسباب بھی یہی ہیں، اس بنا پر یہ کہنا غلط ہوگا کہ مسلمانوں کو جو شکایات ہیں وہ محض اس لیے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں! معاشرہ میں جب تک فساد ہے مسلمانوں کو بہ حیثیت ایک فرقہ کے کامل اطمینان کبھی نہیں ہوسکتا۔ معاشرہ جب سدھر جائے گا تو مسلمانوں کو بھی اطمینان ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں کو کبھی یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اگر وہ خود اپنے آپ کو سدھار لیں تو معاشرہ کے سدھرنے میں بھی وہ ایک بہت اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں دستور نے جو حقوق مسلمانوں کو دیئے ہیں ان پر اگر کہیں زد پڑتی ہے تو اس کے خلاف احتجاج کرنا یہ مسلمانوں کا آئینی حق ہے، وہ انہیں کرنا چاہیئے اور وہ کرتے بھی ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ نہ بھولئے کہ احتجاج کے حق کا آئینی ہونا یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اس ملک کے شہری حقوق میں کسی سے کم نہیں، بلکہ برابر ہیں، مغلوب نہیں بلکہ شریک ہیں، محکوم نہیں بلکہ ساتھی ہیں۔" ۵۳

مولانا نے برادرانِ وطن اور ملک کے سلسلے میں اپنا جو تاثر پیش کیا ہے وہ یقیناً قابلِ قدر ہے، کاش آج برادرانِ وطن اور اربابِ حکومت اس طرح کے تاثر یا آئینی حقوق و آزادی پر عمل پیرا ہوتے تو مسلمانوں کو ملک وقوم سے کوئی شکایت نہیں ہوتی، لیکن افسوس کہ اس ملک نے اس کا ثبوت نہیں فراہم کیا۔

خلاصۂ بحث:

انگریزی عہد کے ہندوستان اور آزاد ہندوستان کے دارالاسلام اور دارالحرب ہونے کی بحث میں مولانا اکبرآبادی نے اپنا ایک نیا موقف اختیار کیا ہے۔ انھوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ہندستان کی پوزیشن ایسی ہے کہ اس کے بارے میں فیصلہ مشکل ہے۔ انہوں نے بحث بڑی مفصل کی ہے، دلائل عمدہ دیئے ہیں۔ وہ ایک علمی مسئلے کی حیثیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بحث کرتے ہیں اور استنتاج سے احتراز کرتے ہیں۔ مولانا نے یہ واضح کر دیا ہے کہ فقہاء نے دار کی جو دو قسمیں کی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، بلکہ اس کی چار قسمیں ہونی چاہئیں: دارالاسلام، دارالحرب، دارالامن اور دارالعہد۔ ان میں ہر ایک کے احکام جدا ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ہندوستان ان چاروں قسموں میں نہیں آتا۔ ضرورت ہے کہ اجتہاد کے ذریعہ قرآن وسنت کی روشنی میں دار کی ایک اور قسم قرار دی جائے۔ اس لیے کہ دستور کے لحاظ سے مسلمان حاکم بھی ہیں اور ان کو ملازمتیں بھی ملی ہوئی ہیں، ان کو اسلامی شعائر پر چلنے کی اجازت بھی ہے، لیکن فساد بھی ہوتے ہیں اور جان ومال کا نقصان بھی ہوتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اس بحث میں متعین موقف اختیار نہیں کیا ہے۔ جمہوریت اور ڈیموکریسی کی روشنی میں وہ دار کی ایک الگ پانچویں قسم کے متلاشی ہیں، جو صحیح نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ مولانا دارالامن اور دارالعہد کو الگ قسمیں ماننے کے باوجود ہندوستان کو اس میں شامل نہیں کرتے۔

عصر حاضر میں علماء کی ایک بڑی تعداد نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے ۵۴ یہاں تک کہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، دارالقضا پٹنہ، مدرسہ شاہی مرادآباد وغیرہ سے جاری فتاویٰ میں بھی ہندوستان کو دارالحرب ہی قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جس ملک میں مسلمانوں کو اقتدار حاصل نہ ہو، خواہ وہ وہاں ہر طرح سے امن واطمینان سے رہتے ہوں اور باشندگان ملک کی حیثیت سے اس کی حفاظت وترقی کو اپنا فرض سمجھتے ہوں، اس کے لیے ایثار وقربانی بھی دیتے ہوں، مسلمان کی حیثیت سے یا مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کی بنا پر نہیں بلکہ ایک شہری کی حیثیت سے، وہ اقتدار اعلیٰ میں حصہ لے سکتے ہوں، لیکن احکام اسلامی جاری نہ کر سکتے ہوں، جرم وسزا اور اقتصادی مسائل وغیرہ میں اسلام کو قانون نہ بنا سکتے ہوں، بلکہ ان میں اس ملک کو قوانین کے پابند ہوں، وہ دارالاسلام نہیں بلکہ دارالحرب ہوگا، لیکن پرامن اور باحفاظت ملک کے لیے اس لفظ کو غیر مانوس سمجھا جاتا ہے تو اس کو دارالامن کہہ دیا جاتا ہے۔ ۵۵ یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے ہندوستان کو دارالامن اور دارالعہد کہا ہے جو دارالحرب کی قسموں میں سے ہے۔ ہمارے خیال میں اسی اصطلاح کو آزاد ہندوستان پر منطبق کیا جانا چاہئے۔

اگر مولانا اکبر آبادی کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دارالکفر کی جو تقسیم سابق میں کی گئی ہے اس میں دارالجمہوریہ کا اضافہ کرلیا جائے۔لیکن ایسے ملک کو بھی دارالحرب کے اقسام ہی میں رکھا جائے گا اور اس کا حکم بھی دارالامن کی طرح ہی ہوگا۔واللہ اعلم

حواشی ومراجع

۱۔ کتاب الفضول، ج:۱، ص:۲ مخطوطہ دارالعلوم دیوبند، بحوالہ نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت؛ مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مطبوعہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۶۸ء ص ۵۵

۲۔ مفید المفتی والمستفتی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اردو ترجمہ فتاویٰ عزیزی، مترجم مولوی رحیم بخش، مکتبہ منبع فیض دہلی ۱۳۱۸ھ؛ ص ۲۷۔تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) فیصل احمد بھٹکلی ندوی مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۲۰۰۳ء ص: ۲۴۴-۲۴۶

۳۔ المراد بدار الاسلام بلاد یجری فیھا حکم امام المسلمین و یکون تحت قھرہ مفید المفتی والمستفتی ص ۲۶

۴۔ بلاد یجری فیھا أمر عظیمھا و یکون تحت قھرہ، مفید المفتی والمستفتی ص ۲۶

۵۔ دارالاسلام اوردارالحرب؛ مولانا عبدالعلیم اصلاحی، مظہر العلوم بنارس، ۱۹۶۷ء ص ۷

۶۔ (۱) دارالحرب یا دارالمحاربہ (۲) دارالمعاہدہ والمسالمہ (۳) دارالامن (۴) دارالشر والفساد۔ دارالاسلام کا محاربہ دارالکفر سے ہوگا یا نہیں، اگر ہوگا تو اس کا نام دارالحرب یا دارالمحاربہ ہوگا اور اگر محاربہ نہ ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں، آپس میں ان دونوں داروں اور ان کی حکومتوں میں معاہدہ ومسالمہ نہ ہوگا تو پھر دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اس ملک کے مسلم باشندے اور اس ملک میں داخل ہونے والے مسلمان مامون ومحفوظ رہتے ہوں گے یا مامون ومحفوظ نہ رہتے ہوں گے، اگر مامون ومحفوظ رہتے ہوں گے جیسے سرکار دوعالم ﷺ کے زمانہ میں ملک حبشہ تھا تو اس ملک کو دارالامن کہا جائے گا اور اگر اس ملک کے باشندے یا اس ملک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں داخل ہونے والے مسلمان مامون ومحفوظ نہ رہتے ہوں تو اس ملک کو دارالشر وفساد کہا جائے گا۔ جیسے فتح مکّہ سے پہلے مکّہ مکرمہ (نظام الفتاویٰ: مفتی نظام الدین، اسلامک فقہ اکیڈمی؛ نئی دہلی ج:۲، ص ۱۱-۱۲، ۲۱۰)

۷ مجلّہ فقہ اسلامی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی اسلامک فقہ اکیڈمی، دہلی (دوسرے فقہی سیمینار ۱۹۸۹ء میں پیش کردہ مقالات اور مباحثوں کا مجموعہ) ص ۴۸۱

۸ دارالاسلام اور دارالحرب؛ ص:۵۶

۹ مجلّہ فقہ اسلامی ص:۴۸۱،

۱۰ ایضاً

۱۱ ایضاً

۱۲ ملفوظات اشرفیہ؛ ص:۱۳۷، حسن العزیز ج:۳، ص:۱۲۷، الافاضات، ج:۸، ص: ۱۸۱، بحوالہ مجلّہ فقہ اسلامی؛ ص:۴۸۱-۴۸۲

۱۳ ایضاً ص:۴۸۲

۱۴ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اھل الحرب وکتابۃ الشروط

۱۵ مجلّہ فقہ اسلامی، ص:۴۸۴

۱۶ ایضاً، ص:۴۴۶

۱۷ لا خلاف بین أصحابنا فی أن دار الکفر تصیر دار الاسلام بظھور أحکام الاسلام بدائع الصنائع، علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی، مطبع جمالیہ مصر ۱۹۱۰ء طبع اوّل ج:۷، ص:۱۳۰

۱۸ فتاویٰ رشیدیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی، ص:۶۵۵، بحوالہ: مجلّہ فقہ اسلامی

۱۹ کتاب المبسوط، شمس الدین السرخسی، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۳۲۴ھ ج:۱۰، ص:۱۱۴، نیز تفصیل کے لیے دیکھیے: بدائع الصنائع، ج:۷، ص:۱۳۰، فتاویٰ عالم گیری، کتب خانہ رحمانیہ دیوبند ج:۲، ص:۳۰۲۔

۲۰ نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت، ص:۵۶-۵۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۱؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو دارالاسلام اور دارالحرب ص: ۴۰

۲۲؎ کتاب المبسوط ج: ۱۰، ص: ۱۱۴، دارالاسلام اور دارالحرب، ص: ۴۵

۲۳؎ مولانا اسمٰعیل شہید فرماتے ہیں: ''ہندوستان کا حال اس وقت (۱۲۳۳ھ میں) یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ دارالحرب ہے'' صراط مستقیم، شاہ اسمٰعیل شہید (اردو ترجمہ) مکتبہ اشرفیہ، راشد کمپنی دیو بند، ص: ۱۰۷، سید احمد شہید بھی اس عہد کے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیتے ہیں، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سیرت سید احمد شہید، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریاتِ اسلام، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء جلد اوّل ص: ۴۱۱

۲۴؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت، ص: ۴۱

۲۵؎ ایضاً ص ۴۹

۲۶؎ مفتی کفایت اللہ نے شرح و بسط کے ساتھ ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے، ملاحظہ کیجیے: کفایت المفتی: مرتبہ حفیظ الرحمان واصف، کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۷۱ء ج ۱، ص ۱۹

۲۷؎ مولانا مودودی لکھتے ہیں: ''ہندوستان اس وقت دارالحرب تھا جب تک کہ انگریزیوں سے جنگ جاری تھی، مگر جب ہندوستانی مغلوب ہو کر خاموش ہو گئے اور ان کی حکومت کو تسلیم کر لیا تو پھر دارالکفر بن گیا (سود، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۶۸ء، ص ۳۱۲) ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں ''وہ ملک جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے اور اسلامی قانون نافذ نہیں دارالکفر ہے۔ (ایضاً ص ۳۹۸)

۲۸؎ مولانا رحمانی لکھتے ہیں: ''دارالکفر دنیا کے اس حصۂ ملک کو کہتے ہیں جہاں غیر مسلموں یعنی کافروں کا غلبہ ہو اور اس کے قوانین و احکام ملک میں نافذ ہوتے ہوں، خواہ ان کی کوئی باضابطہ آئینی حکومت ہو یا غیر آئینی، جمہوری ہو یا شخصی اور اس قسم کے ملک کو فقہائے اسلام کی اصطلاح میں دارالحرب بھی کہتے ہیں، کیوں کہ اس قسم کے ملک میں احکام و قوانین الٰہی کی تنفیذ کے لیے حرب و جنگ بھی ہو سکتی ہے، اگرچہ کسی وقت مجبوراً یا مصلحتاً اس ملک کے حاکم کفار سے جنگ نہ ہو اور بظاہر امن و امان ہو (ہندوستان اور مسئلہ امارت، عبدالصمد رحمانی، ص: ۱۴)

۲۸؎ الف مولانا عبدالباری نے انگریزی عہد کے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا ہے، بطور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلیل نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی عبارت نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ہندوستان عموماً ریاساتِ اسلامیہ خصوصاً امام اعظمؒ کے نزدیک دارالحرب نہیں ہے، ہندوستان کے مشاہیر فقہاء حنفیہ مثل علماء دہلی ورامپور وبھوپال کا فتویٰ اور مختار مذہب یہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مملکتِ ہند خصوصاً اسلامی ریاستیں دارالاسلام ہیں نہ کہ دارالحرب، بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ ہم ان شہروں کو دارالاسلام قرار دیں، اگر چہ بظاہر سلاطین یہ شیاطین ہیں۔ (مجموعہ رسالہ ہجرت وقربانی گاؤ، ص:۳۳، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ، مفتی محمد فاروق، مکتبہ محمودیہ، دیوبند، ج:۶، ص:۳۰۲)

۲۹ مولانا عبدالحیٔ فرماتے ہیں: ''بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہے، دارالحرب نہیں ہے'' (مجموعۃ الفتاویٰ، مولانا عبدالحیٔ، قیوم پریس، کانپور، ج:۱، ص:۳۴۶) ایک دوسری رائے انہوں نے ہندوستان کے انگریزی عہد کے متعلق یہ دی ہے کہ یہ دارالحرب ہے۔ اسے مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے اپنی کتاب میں ڈاکٹر ہنٹر کے حوالہ سے درج کیا ہے: ''جوں جوں ہماری (انگریزوں کی) طاقت مضبوط ہوتی گئی علماء کے فتووں میں ہندوستان کا دارالحرب ہونا زیادہ نمایاں ہوتا گیا۔ مولانا عبدالحیٔ صاحب جو مولانا شاہ عبدالعزیز کے بعد ہوئے، صاف طور پر حکم لگاتے ہیں کہ عیسائیوں کی پوری سلطنت کلکتہ سے لے کر دہلی اور ہندوستان خاص طور سے ملحقہ ممالک (یعنی شمالی مغربی سرحدی صوبے تک) سب کی سب دارالحرب ہے، کیوں کہ کفر اور شرک ہر جگہ رواج پا چکا ہے اور ہمارے شرعی قوانین کی کوئی پروا نہیں۔ جس ملک میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں وہ دارالحرب ہے'' (نقشِ حیات، مولانا حسین احمد مدنی، ج:۲، ص:۴، بحوالہ نفثۃ المصدور، ص:۳۹)

۳۰ مجلّہ فقہ اسلامی، ص:۴۵۱

۳۱ ترجمۂ قرآن حاشیہ سورۃ النور:۱۴۔ نفثۃ المصدور ص:۵۲ (فتاویٰ نذیریہ ج:۲، ص:۱۹۴، ملخصاً، بحوالہ فقہ اسلامی ص:۴۴۹)

۳۲ الاقتصاد فی مسائل الاجتہاد، ابوسعید محمد حسین لاہوری، ص:۸۱، ۱۸۷۶ء، نفثۃ المصدور، ص:۵۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۳۔ مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: ''ہند کے دارالحرب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، بظاہر تحقیق حال بندہ کی خوب نہیں ہوئی ہے، حسب تحقیق اپنی کہ سب نے فرمایا ہے اور اصل مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں اور بندہ کو خوب تحقیق نہیں کہ ہند کی کیا کیفیت ہے؟ (فتاویٰ رشیدیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، ص:۴۳۰ باب الربوٰ) اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''سب ہندوستان بندہ کے نزدیک دارالحرب ہے۔ص:۴۹۳۔

۳۴۔ نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت ص:۳۵۔

۳۵۔ ایضاً ص:۴۳

۳۶۔ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۴۹۳

۳۷۔ ملک ما اگر ہست دارالامان است و ما سکونت اندران داریم، باید کہ احکام ایں دراز از کتب مذہب تلاش کنیم، استیعاب آن ایں وقت ممکن نیست البتہ جملۂ چند از معاہدہ نبیؐ با یہود مدینہ ابتداء ہجرت از سیرت ابن ہشام نقل می کنم کہ نمونہ از نوعیت معاہدہ غیر مسلم در غیر دار اسلام معلوم شد (نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت، ص:۳۴، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ماہ نامہ مہاجر، ج:۲، نمبر:۱)

۳۸۔ و دارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء أُحکام الاسلام لجمعة و عیدین و إن بقی فیها کافر أصلی و إن لم تتصل بدارالاسلام (رد المحتار محمد امین الشہیر بابن عابدین، کتاب الجہاد، فصل ائتمان الکافر، مکتبہ نعمانیہ دیوبند ج:۳، ص:۲۳۵

۳۹۔ دارالاسلام اور دارالحرب، ص:۲۹

۴۰۔ لأنُ الموضع الذی لایأمن فیه المسلون من جملة دارالحرب، فإن دارالإسلام إسم للموضع الذی یکون تحت یدالمسلمین و علامة ذلک أن یأ من فیه المسلون (شرح السیر الکبیر ، ج:۳، ص:۸۱)

۴۱۔ دارالاسلام اور دارالحرب ص:۳۰

۴۲۔ نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت، ص:۶۵

۴۳۔ ایضاً ص:۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۴ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: روزنامہ الجمعیۃ ۲۷ مئی ۱۹۶۶ء ص:۴، کالم:۱،
بحوالہ نفثۃ المصدور ص:۵۳

۴۵ نفثۃ المصدور ص:۵۳

۴۶ ایضاً ص:۵۴

۴۷ و ظاهره أنه لو أجريت أحكام المسلمين و أحكام أهل الشرك لا
تكون دار الحرب، ردالمحتار ج:۳، ص:۲۵۳

۴۸ دارالاسلام اوردارالحرب، ص:۵۰-۵۳

۴۹ نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت، ص:۹۵

۵۰ ایضاً ص:۵۱

۵۱ جہاں جہاں فقہاء نے دارالمسلمین کی اصطلاح استعمال کی ہے اس سے مراد دارالاسلام ہی ہے ،نہ کہ الگ سے کوئی دار، نیز فقہاء کے زمانے میں دار دو ہی تھے ، دارالحرب اوردارالاسلام

۵۲ نفثۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت، ص:۱۰۱

۵۳ ایضاً ص:۷۰

۵۴ اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی کی طرف سے ۱۹۸۹ء میں دہلی میں ”ہندوستان میں سود اور کرنسی“ کے عنوان سے ایک سیمینار ہوا تھا،اس میں متعدد علماء نے اپنے مقالات میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا ہے۔یہ مقالات کتابی صورت میں ”مجلّہ فقہ اسلامی“ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

۵۵ نظام الفتاویٰ، ج:۲، ص:۱۱،۱۲،۲۱۰

© rasailojaraid.com